DOI: https://doi.org/10.52015/daryaft.2022.v14-i01.209
Daryaft
Vol. 14 Issue No. 1 (June 2022)
Journal Home Page: http://daryaft.numl.edu.pk/index.php/daryaft
E ISSN:2616-6038, P ISSN:1814-2885

Mukhtar Masood as a Sketch Writer

Sadiq Iqbal[1] & Dr. Muhammad Altaf Yousafzai [2]

[1.]Ph.D. Doctor, Hazara university Mansehra. [2.] Associate Professor, Hazara University Mansehra

ABSTRACT

Article History:

Received: February 10, 2022
Revised: April 02, 2022
Accepted: May 10, 2022
Available Online: June 30, 2022

Keywords:
Pencil Sketch, Mukhtar Masood's Sketch, Literary Services, Sketching and Commentary, Biographies of Eminent People, References to Personalities, Insinuations and Comments, Professor Dr. L.K. Haider, Qasida and Sketch, Painting of Words.

Funding:
This research received no specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

The personal references and impressionist articles in Mukhtar Masood's works ''Awaaz e Dost' 'and ''Harf e shoq''have been viewed differently by critics. He has a diverse literary color in his prose. He also put the pencil sketch aside imagery and other prose with great skill. The explanation and responsibility of him is the main feature of the pencil sketch. He wrote less, but wrote well. Some call it insinuation; some call it biographies of eminent people and analysis of the past and the present. His writings include many sciences and arts such as history, economics, politics, psychology, Literature and theology are raised in one unit as a full training institution. Awaz e Dost, Harf e Shouq and specially in Safar Naseeb he has used a great skill of pencil sketch and perhaps the sketch is reached by the zenith. This article highlights the definition, comparison and the pencil sketch contained in Mukhtar Masood's prose.

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

مختار مسعود بحیثیت خاکہ نگار

صدیق اقبال

پی ایچ ڈی ڈاکٹر ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

ڈاکٹر محمد الطاف یوسفزئی

ایسوسی ایٹ پروفیسرہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

مختار مسعود علم و ادب کی خدمات کا ایک معروف حوالہ رہا ہے۔ ان کی نثر میں متنوع ادبی رنگ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ علم و ادب کی دنیا میں ان کے اسلوب اور محاسن کو پرکھا جائے، تو ان کی کاوشیں لازوال ہیں۔ اُنھوں نے منظر نگاری اور سراپا نگاری کے ساتھ خاکہ نگاری کو بھی کمال مہارت کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر اُتارا۔ وہ منفرد اسلوب کے مالک ہیں اور اس منفرد اور دلفریب اسلوب کی بدولت دلوں کو تسخیر کرنے کا گُر جانتے ہیں جس کی بدولت وہ ہر وقت اپنے پڑھنے والوں کو اپنے حصار میں جکڑ لیتے ہیں۔ وہ سادہ انداز میں روانی سے لکھنے کا فن جانتے ہیں۔ ان کی تصانیف مشاہدات، تجربات اور تاریخ کی آگاہی سے بھرپور ہیں۔ ان تصانیف میں تاریخی جملے ضرب الامثال کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ انھوں نے خوش نصیبی سے ایسا زمانہ پایا تھا جن میں غالب، صہبائی، آزردہ، شیفتہ اور مومن وغیرہ کی طرح زندہ دل ارباب کمال موجود تھے جس کی وجہ سے اُنھیں شاعرانہ نثر لکھنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ ان کی تصانیف میں کئی علوم و فنون جیسے، تاریخ، سیاسیات، معاشیات، عمرانیات، ادبیات، نفسیات، اور دینیات ایک اکائی میں پروئے ہوئے ہیں جو ایک مکمل تربیتی ادارے کا درجہ رکھتی ہے۔

مختار مسعود کی تصانیف، "آوازِ دوست" اور "حرفِ شوق" میں موجود شخصی تذکروں اور تاثراتی مضامین کو نقادوں نے مختلف نظر سے دیکھا ہے۔ کوئی اس کو انشایئے تو کوئی مشاہیر کی سوانح عمریاں اور ماضی و حال کے تجزیئے قرار دیتے ہیں۔ یہ مضامین انشایئے ہیں نہ ہی سوانح عمریاں اور داستان و مقالات کیوں کہ وہ ان میں سے کسی ایک شرط پر پورا نہیں اتر سکتے۔ ان مضامین میں کہیں کہیں انشایئے کی شگفتگی اور شخصی انداز تو ملتا ہے لیکن یہ انشایئے کی طرح بے مقصد اور غیر منظم نہیں بلکہ یہ ایک خاص مقصد کے تحت ترتیب دیئے گئے ہیں۔ ان میں طوالت ضرور ہیں لیکن ان میں سوانح عمری و مقالات کا سنجیدہ بھاری بھرکم اور تخلیقی اسلوب نہیں پایا جاتا۔ بقول نورالحسن جعفری:

> "آوازِ دوست اور حرفِ شوق کے اکثر حصے خاکہ نگاری کی تعریف پر پورا اترتے ہیں۔ قحط الرجال میں مختار مسعود نے جس انداز سے مختلف شخصیات کا تعارف اور ان پر روشنی ڈالی

ہے اور بہت کم صفحات میں ان کی چند خصوصیات سے کردار اور شخصیت کا تعارف کرایا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں اکثر شخصیات کا یہ تعارف مختصر خاکے کا روپ اختیار کر گئے ہیں۔ پوری کتاب میں بات سے بات نکلتی ہے۔ نکتوں سے نکتے ملتے ہیں۔ کڑی سے کڑی ملتی ہے اور اس طرح ماضی اور مستقبل کا سفر کہا جاتا ہے"۔ (۱)

مختار مسعود کے مضامین کو بعض نقاد مردانِ کامل کو خراج تحسین تو بعض نے شخصیت نگاری اور مرقع نگاری سے تعبیر کیا ہے، جو کہ اپنے مزاج اور ہیئت کے اعتبار سے الگ الگ چیزیں ہیں۔ شخصیت نگاری میں فنکار کسی شخصیت کی مکمل تصویر کشی مکمل جزئیات کے ساتھ کرتا ہے جبکہ مرقع نگاری سے مراد ایسی سیرت نگاری ہے جس میں شخصیت کے ساتھ ارد گرد کے ماحول کی بھی منظر کشی ہو۔ اس کے برعکس خاکہ نگاری اپنی نوعیت کے اعتبار سے ان دونوں سے مختلف ہے۔ آوازِ دوست، حرفِ شوق اور خاص کر سفر نصیب میں مختار مسعود نے بہت دلچسپ انداز میں خاکہ نگاری کی ہے اور شاید خاکہ نگاری کو اوجِ کمال تک پہنچایا ہے، انھوں نے اتنی منظم انداز میں خاکہ نگاری کی کہ معلوم ہی نہیں پڑتا کہ تاریخ ہے، نثر ہے، تجزیہ ہے یا شخصیات کا تذکرہ۔ سید ضمیر جعفری کے خیال میں:

"آوازِ دوست اور حرفِ شوق میں انھوں نے ممتاز و نامور شخصیتوں کے بارے میں اپنے تاثرات قلمبند کیے ہیں۔ شخصیتیں مختلف ہیں مگر کہانی مربوط ہے۔ شخصیتوں کی حکایت ان کے ساتھ ساتھ گھومتی ہے۔ ان تصانیف میں جن جن لوگوں کا تذکرہ آیا ہے وہ سب لوگ ان کے ہیرو نہیں ہے"۔ (۲)

شخصیات کی فہرست سے مختار مسعود کی ذہنی ترجیحات کی نشان دہی یقیناً ہوتی ہے۔ دو چار کے سوا باقی سب اصحاب برصغیر میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے ستون تھے۔ حق گوئی اور بے باکی ان کا شیوہ تھا، خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے فدائی، حریت خواہی اور حق گوئی کے لیے جس نے جتنی زیادہ ابتلا برداشت کی، وہ اتنے ہی زیادہ نمبروں پر پاس ہو رہا ہے۔ اس فہرست میں درویشوں، قلندروں اور شاعروں کی قطار لگی ہوئی ہے۔

وضاحت اور ذمہ داری مختار مسعود کی خاکہ نگاری کا خاصہ ہے۔ الفاظ جیسے ناقص وسیلۂ ابلاغ و اظہار کو کامل طریق پر استعمال کرنا بڑی ریاضت اور جاں کاہی کا آرٹ ہے۔ مختار مسعود کو خاکہ لکھنے پر غیر معمولی دسترس حاصل ہے۔ ایک ادا ان کی یہ بھی ہے کہ شاہراہ پر چلتے چلتے اچانک بغل کے کسی گلی میں نکل جاتے ہیں۔ دو ایک لحظوں کے لیے ایسا بھی لگتا ہے کہ وہ اپنے نصب العین کو ایک لمحے کے لیے او جھل نہیں ہونے دیتے اور ہر نفسِ مضمون پر ان کی گرفت بے حد مظبوط اور مسلسل ہوتی ہے۔ آواز دوست کی طرح حرفِ شوق میں موجود شخصی تذکروں کو بے پناہ شہرت ملی جس میں اُن کا اسلوب نگارش حقیقتاً فن کی بلندیوں کو چھوتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ سید ضمیر جعفری کی نظر میں:

"حرفِ شوق میں شخصیتوں کے حوالے سے اگرچہ براہ راست روئے سخن تو چند اکابر ہی سے رکھا ہے مگر وقفہ بہ وقفہ غیر حاضر مشاہیر بھی تشریف لاتے رہتے ہیں"۔ (۳)

نقادانِ فن کے نزدیک مختار مسعود کے مضامین کچھ بھی ہو انشائیے ہوں یا تبصرے، اس کا تعلق ادب کے جس بھی صنف سے ہو اِن کے ادبی مقام سے انکار ممکن نہیں۔ دوسری اہم بات یہ کہ یہ تاثراتی مضامین اگر خاکے نہیں تو ان میں خاکوں کی خوبیاں ضرور موجود ہیں۔ خاکہ نگاری کے حوالے سے مختار مسعود کی دوسری تصنیف "سفر نصیب" قابل ذکر حوالہ ہے جس میں موجود ایل کے حیدر اور فضل الرحمان کے مضامین ہر حوالے سے خاکہ نگاری کی تعریف پر پورا اترتے ہیں۔ اس کتاب کے دیباچے میں مختار مسعود لکھتے ہیں:

"اس کتاب کے دو حصے ہیں اور ہر حصہ میں دو مضمون ہیں، ایک سفری داستان اور ایک شخصی خاکہ۔ داستان جادہ ہے اور خاکہ سنگِ میل۔ اس رعایت سے یہ کتاب ایک نوع کا سفر نامہ ہے"۔ (۴)

مختار مسعود نے کم لکھا، مگر خوب لکھا۔ سفر نصیب سفری داستانوں اور دو شخصی خاکوں پر مشتمل ہے۔ پہلا خاکہ راولپنڈی کے پروفیسر ڈاکٹر ایل کے حیدر کا ہے جو علی گڑھ یونی ورسٹی میں ان کے استاد تھے۔ دوسرا خاکہ گجرات کے ڈاکٹر فضل الرحمان کا ہے، جو علی گڑھ یونی ورسٹی میں ان کے سینئر طالب علم تھے۔ یہ دونوں خاکے اپنی مثال آپ ہیں اور اس لحاظ سے بڑے اہم ہیں کہ اردو کے اس عظیم نثر نگار نے ان دو خاکوں میں اپنے فن کو کمال مہارت سے استعمال کیا ہے۔ خاکہ تو ڈاکٹر ایل کے حیدر کا بھی معرکے کا ہے، لیکن فضل الرحمان کے خاکے کی بات ہی کچھ اور ہے۔ اس خاکے کا آخری پیراگراف پڑھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمان کی سیلانی شخصیت نے کس طرح مختار مسعود کو متاثر کیا اور ان پر حصول علم کی ایک نئی راہ کھولی۔ اردو خاکہ نگاری میں کم ہی کسی خاکہ کا اس قدر پر اثر اختتام ہوا ہے۔ دہلی ریلوے اسٹیشن پر فضل الرحمان کو الوداع کرتے ہوئے مختار مسعود لکھتے ہیں:

"اس روز ریلوے اسٹیشن پر ہماری راہیں جدا ہو گئیں۔ ڈاکٹر فضل الرحمان کی گاڑی ایک سمت روانہ ہوئی اور ہم دوسری سمت جانے والی گاڑی میں سوار ہو گئے"۔ (۵)

مختار مسعود کے شخصی تذکروں اور مضامین کے حوالے سے تنقید نگار مختلف آرا رکھتے ہیں جس کی وجہ سے مصنف کا قاری آج تک کشمکش اور مخمصے کا شکار ہے۔ آئیں مختار مسعود کی خاکہ نگاری کا مقام اور مرتبے کا تعیّن خاکہ نگاری کی تعریف کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ادب کی جس صنف کے لیے انگریزی میں اسکیچ یا پن پوٹریٹ Pen Portrait کا لفظ استعمال ہوتا ہے اردو میں اسے خاکہ کہتے ہیں۔ خاکہ ایک ایسی سوانحی مضمون ہے جس میں کسی شخصیت کے اہم اور منفرد پہلو اس طرح اجاگر

کیے جاتے ہیں کہ اس شخصیت کی ایک جیتی جاگتی تصویر قاری کے ذہن میں پیدا ہو جاتی ہے۔ خاکہ سوانح سے مختلف چیز ہے۔ سوانح عمری میں خاکے کی گنجائش ہوتی ہے لیکن خاکے میں سوانح عمری نہیں سماتی۔ مختار مسعود کی خاکہ نگاری میں یہ خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں اور یہی وہ خوبی ہے جس سے اُن کا خاکہ منفرد مقام کا حامل ہو جاتا ہے۔ اس حوالے سے یہ مثال ملاحظہ ہو:

"۱۹۴۶۔۴۷ء کا تعلیمی سال پروفیسر ایل۔کے حیدر کی مشغولی عمر کا آخری سال اور ایم۔اے معاشیات میں میرا پہلا سال تھا۔ وہ کلاس میں اپنے نوٹس کی کاپی لاتے اور بیشتر وقت اس میں سے پڑھتے رہتے۔ آہستہ مگر پختہ لہجہ میں۔ گاہے سر اٹھاتے اور ذرا سی دیر تشریح کرنے کے بعد سر جھکا لیتے۔ رعب اتنا کہ نچلا نہ بیٹھنے والے شوخ لڑکے بھی ان کے پیریڈ میں پہلو بدلنے سے احتراز کرتے"۔ [۶]

خاکہ اسی شخص کا لکھا جا سکتا ہے جس سے خاکہ نگار ذاتی طور پر واقف ہو اور اس نے اسے بہت قریب سے دیکھا ہو۔ خاکے میں واقعات کو زمانی ترتیب سے پیش نہیں کیا جاتا بلکہ واقعات کی ایسی ترتیب لگائی جاتی ہے جو موضوعِ خاکہ کی تصویر کو روشن کرنے اور مطلوبہ تاثر کو گہرا کرنے میں معاون ثابت ہو۔ مختار مسعود کے خاکے ان صفات سے لبریز ہیں۔ انھوں نے جن شخصیات کے خاکے لکھے ہیں وہ ان سے پوری طرح واقف تھے۔ یہ شخصیات یا تو اُن کے اساتذہ میں سے تھے یا دوست احباب۔ اس مناسبت سے یہ اقتباس دیکھیں:

"داخلہ کے دنوں کے گہما گہمی اس سال بہت زوروں پر تھی۔ فضل الرحمان کی وجہ سے ہمارے گھر میں رونق لگی ہوئی تھی۔ سرِ شام بہت سے لوگ جمع ہو جاتے۔ چھڑکاؤ کیے ہوئے کچے صحن میں کرسیوں اور چارپائیوں پر اتنی دیر تک محفل جمتی کہ رات کی رانی کی خوشبو فضل الرحمان کی خوش کلامیوں میں گھل جائی"۔ [۷]

خاکہ ایک مختصر سوانحی مضمون ہے اور اس میں کسی شخص کی زندگی میں پیش آنے والے سارے واقعات درج نہیں کیے جا سکتے۔ چنانچہ ضرورت پیش آتی ہے کہ واقعات کا انتخاب کیا جائے۔ یہ منتخب واقعات ایسے ہونے چاہیں جو زندگی کے بیشتر یا تمام پہلوؤں پر حاوی ہو۔ مختار مسعود نے اس فن کا بھی خوب استعمال کیا ہے جو اُن کے خاکوں میں ہمیں جگہ جگہ نظر آتا ہے:

"پہلی جنگِ عظیم کو ختم ہوئے دس سال گزرے ہوں گے کہ ایک پندرہ سولہ سالہ لڑکا گجرات شہر کے شاہدولہ دروازے سے نکلتا ہے اور برعظیم ہند اور بحر ہند کو عبور کرنے کے بعد افریقی جزیرے زنجبار میں سلطان کے محل کے دروازے پر جا نکلتا ہے اور اس

کے حفاظتی دستے میں شامل ہو جاتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک دہائی گزر جاتی ہے۔ ایک روز اس کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ زندگی از سرِ نو شروع کرنی چاہیے۔ یوں وہ ادھوری تعلیم مکمل کرنے کے لیے علی گڑھ پہنچ جاتا ہے۔ عمر میں دوسرے طلبا سے بڑے۔ بہت جلد ان کا شمار مقبول طلبہ میں ہونے لگتا ہے"۔[۸]

فضل الرحمان کی کہانی فلم کی اصطلاح میں ایک سنسنی خیز کہانی ہے جس میں میں مختار مسعود کی سیلانی طبیعت کا پر تو بھی نظر آتا ہے۔ علی گڑھ سے انگلستان روانہ ہوئے۔ وہاں جنگ عظیم کی ہولناکی میں بے یار و مدد گار ہے، لیکن پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ ریڈنگ یونی ورسٹی سے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی اور مختلف عہدوں سے سرفراز ہوئے۔

خاکہ نگار کا نفسیاتی بصیرت سے بہرہ ور ہونا نہایت ضروری ہے۔ کیوں کہ خاکہ میں واقعات بجائے خود اہم نہیں ہوتے بلکہ ان کی حیثیت ان روزنوں اور دریچوں کی سی ہے جن میں سے ہم موضوعِ خاکہ کی شخصیت کو دیکھتے اور اس کے باطن میں جھانکتے ہیں۔ اگر خاکہ نگار نفسیاتی بصیرت سے عاری ہو تو واقعات کے پیچھے چھپی ہوتی معنویت اور شخصیت کے چوکھٹے میں اس واقعہ کی اہمیت اس پر روشن نہیں ہو سکتی۔ وہ موضوعِ خاکہ کے باطن میں نہیں جھانک سکتا اور اس کی شخصیت کو گرفت میں نہیں لے سکتا۔ مختار مسعود اس فن سے بھی بخوبی آگاہ تھے اور اس کا بھرپور استعمال کیا:

"دستور ساز اسمبلی کے انتخابات ہو رہے تھے۔ اچھو میاں مسلم لیگ کے یومیہ اجرت پر لیے ہوئے سالم تانگہ پر رائے دہندگان کی تلاش کر رہے تھے۔ یونی ورسٹی کے ایک سڑک پر ڈاکٹر ایل۔ کے حیدر کو پیدل جاتے ہوئے دیکھا۔ تانگہ روکا اور ڈاکٹر صاحب کو لے جانے کی پیشکش کی۔ انھوں نے یہ کہتے ہوئے پیشکش مسترد کی کہ رائے دہندگی کا حق اپنی خوشی سے استعمال کر رہا ہوں۔ تانگہ میں جانے کا مطلب یہ ہو گا کہ میں نے معاوضہ وصول کیا اور اپنے آپ کو فروخت کیا"۔[۹]

خاکہ قصیدہ نہیں کہ ہیرو کی تعریف ہی تعریف کی جائے اور ہجو بھی نہیں کہ برائیاں ہی برائیاں کی جائیں بلکہ وہ خاکہ ہے یعنی ایک جیتے جاگتے آدمی کی جیتی جاگتی تصویر۔ اس لیے خوبیوں اور خامیوں دونوں کا تذکرہ ہونا چاہیے۔ دراصل خاکہ نگار خوبیوں اور خامیوں سے اس لیے اعتنا نہیں کرتا ہے کہ وہ خوبیاں یا خامیاں ہیں بلکہ انہیں اس لئے درخور اعتنا جانتا ہے کہ وہ ہیرو کی شخصیت کے مختلف پہلو ہیں۔ معائب ہوں یا محاسن خاکہ نگار کے نزدیک وہ محض خصوصیات ہیں جو موضوعِ خاکہ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی نمائندگی کرتی ہیں۔ چنانچہ خامیوں کے

تذکرے میں ہمدردانہ نقطۂ نظر بسا اوقات لازم سا ہو جاتا ہے۔ مختار مسعود اس فن کے استعمال میں کسی سے پیچھے نہیں رہے انھوں نے جہاں اپنے ہیروز کی تعریف کی وہاں ان کی خامیوں کو بھی اجاگر کیا۔

اپنے خاکوں میں مختار مسعود نے ان شخصیات کا ذکر کیا جن سے انھیں اٹوگراف لینے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ داستان مشہور چینی عالم سے شروع ہوتی ہوئی مشہور مؤرخ ٹائن بی، بہادر یار جنگ، ای ایم فاسٹر، ملا واحدی، مفتی کفایت اللہ، حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خان، عطااللہ بخاری، نواب بھوپال، راجہ آف محمود آباد، سروجنی نائیڈو، اے۔ بی حلیم، قائد اعظم کے دستخط اور عبدالرحمان صدیقی، سید حسن، شمس الہدیٰ، اے ٹی ایم مصطفیٰ، اختر الایمان، داؤد رہبر، زوار زیدی، زین العابدین اور رام جی امبیدکر کی داستان تک پہنچتی ہے۔ ان شخصیات کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ تنقید بھی کی اور تعریف بھی۔ ان کے کارنامے بھی ذکر کیے تو ان کے بدلتے رویے بھی۔ اس حوالے سے یہ مثال ملاحظہ ہو:

"فضل الرحمان کی عمر ایسی تھی کہ طلبہ سے دس برس بڑے اور اساتذہ سے دس برس چھوٹے تھے۔ سنجیدگی اور بے ضرر غیر سنجیدگی کے درمیان وہ اتنی قلابازیاں لگاتے تھے کہ جو شخص ان کے پینترہ بازی سے ناواقف ہو اسے پتہ ہی نہ چلتا کہ کب فضل الرحمان سر کے بل کھڑے ہیں اور کب ناک کے سیدھ میں چل رہے ہیں"۔ (۱۰)

بعض لوگ خاکہ لکھتے ہوئے موضوع کے بجائے اپنی ہی ذات کو نمایاں کرنے لگتے ہیں اور اس مقصد کے لیے ضمیر واحد متکلم کا جا و بے جا استعمال کرتے ہیں۔ خاکہ ذاتی واقفیت پر مبنی مواد کے سہارے لکھا جاتا ہے۔ اس لئے ضمیر واحد متکلم سے کامل اجتناب تو ناممکن ہے لیکن اس کا استعمال کم از کم اور پوری احتیاط سے ہونا چاہیے تاکہ خاکہ موضوعِ خاکہ کے ساتھ خاکہ نگار کے تعلقات کا اشتہار اور موضوعِ خاکہ کی بجائے خاکہ نگاری کی تصویر نہ بن جائے۔ خاکے کو دلچسپ بنانے کے لئے ہلکا مزاحیہ رنگ بھی مفید ثابت ہوتا ہے۔ ایک اچھے خاکے کی قطعی پہچان یہ ہے کہ اس کے مجموعی تاثر کے طور پر موضوع کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہمارے ذہن میں پیدا ہو جائے کیوں کہ یہی خاکہ لکھنے کا مقصد ہے۔ مختار مسعود کی خاکہ نگاری اس رنگ سے بھی بھری ہوئی ہے۔ طنز و مزاح سے ان کی خاکہ نگاری لبریز ہے۔ وہ جہاں ایک سنجیدہ لکھاری ہے وہاں ان کی تحریروں میں مزاح کے نمونے بھی ہر سو موجود ہیں۔ ایل کے حیدر کی بیوی ایک دن سہیلیوں کو دعوت پر بلایا اور دوسرے دن ان کے چھوٹے بچوں کی دعوت کی۔ وہ ایک فرانسیسی نژاد خاتون تھیں۔ مشرقی کھانے نہیں بنا سکتیں تھیں۔ یہاں پر مختار مسعود ہلکی پھلکی مزاح سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پہلے روز کھانے میں اٹلی سے آئی ہوئی میکرونی بھی تھی جسے مسز حیدر نے بڑے شوق سے خود پکایا اور اصرار کے ساتھ کھلایا۔ کھانے والوں نے ان کا دل رکھنے کے لیے

پسندیدگی کا اظہار کیا لیکن گھر پہنچ کر صاف اقرار کیا کہ اگر کچھ مقدار پلیٹ میں اور ڈال
دی جاتی تو عین ممکن ہے کہ جی خراب ہوتا اور متلی آجاتی"۔(۱۱)

خاکہ نگاری لفظوں کی مصوری ہے اور جس طرح تصویر سے مناسبت نہ رکھنے والا اسے مو قلم سے بنانے کی قدرت نہیں رکھتا اسی طرح ہر صاحب قلم کے لیے خاکہ نگار ہونا آسان نہیں۔ اس کے لیے کئی بنیادی شرطیں ہیں مثلاً نگاہ تیز رس اور تہہ بیں ہو۔ جس شخص کا خاکہ لکھنا ہو اس کی کمزوری اور شہہ زوریوں کو ہمدردی اور انصاف سے دیکھ سکے۔ اسلوب میں اتنی لچک ہو کہ کمزوریوں کا بیان کرتے وقت لب ولہجہ ہجو گوئی کا نہ ہو جائے اور خوبیاں گناتے ہوئے مصاحب نہ معلوم ہو۔ حاسہ مزاح بھی پیدا ہونا ضروری ہے ورنہ جو باتیں بظاہر معمولی نظر آتی ہیں ان میں لطف و انبساط کا پہلو تلاش نہ کر سکے گا۔ پھر علم مجلسی بھی ہو تاکہ وہ مختلف مدارک اور سطح ذہن کی شخصیات سے گھل مل سکے ورنہ پیچیدہ لوگوں سے کھل کر نہیں مل سکتا۔ لکھنے والا اتنا معصوم نظر آئے کہ جیسے خیر و شر کی کچھ تمیز نہیں کر سکتا۔ یعنی نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو بھی ہو۔ اب کچھ اور شرطیں باقی ہیں مگر آخری شرط یہ ہے کہ شرافت سے عاری نہ ہو۔ یہ سب باتیں خداداد ہیں یعنی اکتساب سے نہیں آتیں۔ پھر اتنی شرطوں کا ایک ذات میں جمع ہونا بھی مشکل ہوتا ہے۔ مذکورہ صفات کا مختار مسعود کی خاکہ نگاری میں ہر سو مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اُن کی اس خوبی کا ذکر کرتے ہوئے محمد طفیل لکھتے ہیں:

"انھوں نے اپنے خاکوں میں دوسروں کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے علم اور
معلومات کو بھی منوایا۔ دیکھا جائے تو انھوں نے جس شخصیت کو موضوع سخن بنایا تو اسے
پس منظر میں رکھا اور طریقے و سلیقے سے اپنی تصویر کو شوخ رنگوں سے خوب دیدہ زیب
اور دل آویز بنایا"۔(۱۲)

جس کا خاکہ لکھا جائے اس میں کچھ بنیادی اوصاف کا پایا جانا لازمی ہے۔ مثلاً اس کے کچھ کارنامے یا کرتوت ہوں۔ اپنی کمزوریوں کو آرٹ سمجھتا ہو، کوئی ہفت خوان سر کر چکا ہو یا کسی کے راستے میں پیدا کر چکا ہو۔ سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہوا ہو یا پیدا ہونے کے بعد سونے کے چمچے سے اپنا منہ بھڑا دیا ہو۔ یہ سارے ہنر اکتساب سے علاقہ رکھتے ہیں۔ مختار مسعود اس ہنر سے بے خبر نہیں تھے لہٰذا انھوں جن شخصیات کو موضوع سخن بنایا ان کی تاریخی حیثیت مسلم اور اپنے آپ میں ایک مکمل درسگاہ کا درجہ رکھتے تھے۔ شخصیتوں کے انتخاب میں وہ شروع ہی سے ایک خاص پیمانۂ امروز و فردا سے لیس نظر آتے ہیں۔ سید ضمیر جعفری لکھتے ہیں:

"یہ نہ سمجھا جائے یہ مشہور و معروف لوگ، اہل کمال اور اہل جمال یوں ہی چھڑی گھماتے
ہوئے ٹہلتے ٹہلتے اتفاقاً ادھر آنکلتے ہیں جو کوئی آتا ہے اور اس کے ہاتھ میں دانش و حکمت

کی لالٹین ہوتی ہے۔ یا حسن و خوبی کا گلدستہ اور وہ جلد جلد کچھ روشنی دکھا کر یا چند پھول دے کر تاریخ کے صفحات میں لوٹ جاتے ہیں"۔ (۱۳)

مختار مسعود کے شخصی تذکروں کو معروف انداز میں لکھے ہوئے سوانحی خاکے کہنا شائد درست نہ ہو یہ تاثراتی جائزے نہیں بلکہ زاویے ہیں۔ ان کے ہاں مولانا ظفر علی خان ایک جذبے کا نام ہے۔ مولانا حسرت موہانی ایک طرزِ زندگی اور بہادر یار جنگ ایک تحریک ہے۔ قائداعظم کے پیچھے شہاب الدین غوری تک ہماری پوری تاریخ اور مینار پاکستان کے پیچھے مسجد بنو امیہ کے مینار تک نہ جانے کتنے مینار جھانکتے دکھائی دیتے ہیں۔ انھوں نے شخصیتوں کے ناموں پر علیحدہ علیحدہ باب باندھ کر تذکرہ نہیں لکھا کیوں کہ ان کے نزدیک ایک بیش بہا جذبے کو نام دیا جائے تو اس کی قیمت گر جاتی ہے۔

اردو میں خاکہ کی اصطلاح Out Line کے معنوں میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ اس حیثیت میں خاکہ سے مراد مواد کی پیش کش کا وہ تشکیلی منصوبہ یا ڈھانچہ ہے جسے کوئی لکھنے والا فراہمی مواد کے بعد مختصر اشارات کی صورت میں قلم بند کر لیتا ہے تاکہ مواد صحیح ترتیب سے پیش کیا جا سکے اور کوئی ضروری بات باہر نہ رہ جائے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو مختار مسعود خاکہ مرتب کرنے سے پہلے فراہمی مواد کے مسئلے سے کبھی دوچار نہیں ہوئے۔ وہ اپنے موضوع پر غور و فکر کر کے تمام خیالات و افکار، دلائل و براہین، ضمنی سوالات اور ان کے جوابات کو اشارات کی صورت میں لکھ لیتے ہیں۔ یہ غیر مرتب اشارات ابتدائی خاکہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اب ان اشارات کو وہ بعض جزوی امور کے امکانی اضافے کے ساتھ ایک ایسی ترتیب دیتے ہیں جو اُن کے مقاصد سے ہم آہنگ ہو۔ یہ مرتب اشارے باقاعدہ خاکہ کہلاتے ہیں۔ مختار مسعود ان رہنما خطوط کی رہنمائی میں پورے اعتماد کے ساتھ لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان خصوصیات اور تکنیکی لوازمات کی روشنی میں مختار مسعود کی خاکہ نگاری کو دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ اُن کو اس فن پر مکمل عبور حاصل تھا اور اُن کے چند معروف خاکے باقاعدہ طور پر خاکہ نگاری کے ذیل میں آتے ہیں۔ مختصر یہ کہ مختار مسعود کی خاکہ نگاری فنی حوالے سے بھی اتنا ہی قابل قدر ہے جتنا فکری حوالے سے ہے۔ اس میں فن اور فکر کی خوب صورت یکجائی نے ادب کی خوب صورتی کو واضح کیا ہے۔ یہ بے مثل اندازِ نگارش خالص اُن کا اپنا تھا۔ اس منفرد اور دلفریب، مربوط اور منظم اسلوب نگارش کے بدولت وہ دلوں کو تسخیر کر کے پڑھنے والوں کو اپنے حصار میں جکڑ لیتے ہیں۔

حوالہ جات

1. نورالحسن جعفری، یادوں کی برات (مضمون)، مشمولہ: صاحب آواز دوست، بک کارنر، جہلم، ۲۰۱۷ء، ص ۷۶
2. سید ضمیر جعفری، آواز دوست کی چند لہریں (مضمون)، مشمولہ: صاحب آواز دوست، ص ۲۱۰

3. ایضاً، ص۲۱۴

4. مختار مسعود، دیباچہ، سفر نصیب، فائن بکس پرنٹرز، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص۷

5. ایضاً، ص۱۸۹

6. ایضاً، ص۱۴۳

7. ایضاً، ص۲۹۹

8. ایضاً، ص۳۰۸

9. ایضاً، ص۱۴۶

10. ایضاً، ص۳۰۵

11. ایضاً، ص۱۴۰

12. محمّد طفیل، مضمون، چند نا قابلِ فراموش شخصیات (مضمون)، مشمولہ: صاحب آواز دوست، ص۲۱۴

13. سید ضمیر جعفری، مضمون، آواز دوست کی چند لہریں (مضمون)، مشمولہ: صاحب آواز دوست، ص۲۱۴

References in Roman Script:

1. Noorul Hassan Jafari, Yado ki Barat,(Mazmoon),Mashmoola: Sahib e Awaz Dost, Book Corner, Jhelum, 2017, page 76
2. Syed Zameer Jafari, Awaz e Dost ki chand Lahrain, (Mazmoon),Mashmoola: Sahib e Awaz Dost, page 210
3. Aizan, page 214
4. Mukhtar Masood, (Debacha), Safar Naseeb, Fine Books Printers, Lahore, 1981, Page 07,
5. Aizan, page 189
6. Aizan, page 143
7. Aizan, page 299
8. Aizan, page 308
9. Aizan, page 146
10. Aizan , page 305
11. Aizan, page 140
12. Mohammad Tufail, Chand Naqabl e Faramoosh Shakhseat, (Mazmoon),Mashmoola: Sahib e Awaz Dost, page 214
13. Syed Zameer Jafari, Awaz e Dost ki chand Lahrain, (Mazmoon),Mashmoola: Sahib e Awaz Dost, page 214